© rasailojaraid.com

وہ غلامی واہ ہو تبدیل جس سے آہ میں
فرق جو باقی نہ رکھے ضیغم و روباہ میں

وہ غلامی جس سے ہو ہر نشۂ ہستی ہرن
گل سے ہو نکہت گریزاں روح سے خالی ہو تن

وہ غلامی جو مٹا دے ہر نمایاں شان کو
قوم کا تکیہ بنا دے قوم کے ایوان کو

وہ غلامی جو نشاطِ زندگانی چھین لے
ملّتِ محکوم سے ہمّت جوانی چھین لے

وہ غلامی جس سے بہرِ منزلت رکنا پڑے
حکمراں کے سامنے محکوم کو جھکنا پڑے

شہر یارِ دہر کا اندازِ خواری ہائے ہائے
ابنِ آدم اور یہ خدمت شعاری ہائے ہائے

خاک میں غلطاں ہے فرِ آدمیت کی کلاہ
اے زمیں تاریک ہو اے آسماں ہو جا تباہ

مے بدہ ساقی کہ سوئے عالمِ بالا پرم
تا کجا ایں سیرِ دنیائے غلاماں بنگرم

نقشِ بہزاد

جناب بہزاد صاحب لکھنوی

اک دلِ مغموم کو آنسو بہانا آ گیا
نازوالے، ناز کرنے کا زمانہ آ گیا

اللہ اللہ میری منزل اس سے بھی آگے ہی گیا؟
جس جگہ جھکتے ہیں سر وہ بھی ٹھکانا آ گیا

انتہائے غم پہ بھی مسرور ہوں شاداں ہوں میں
لو مبارک ہو، مجھے بھی مسکرانا آ گیا

آپ کے نقشِ قدم پر رکھ جو دی میں نے جبیں
میرے قدموں میں وہیں سارا زمانہ آ گیا

خام کارِ عشق بھی اب پختہ کارِ عشق ہیں
صدمے سہنا آ گئے ہیں، غم اٹھانا آ گیا

آپ کے جلوے جو بے پردہ نظر آنے لگے
میری نظروں میں سمٹ کر کل زمانہ آ گیا

پاؤں میں لغزش ہے تیرے، بند آنکھیں ہیں تری
ہوش میں بہزاد آ، وہ آستانہ آ گیا

© rasailojaraid.com